عربی زبان اور نقط و اعراب
(قدیم عربی نقوش کے تناظر میں)

حافظ محمد اجمل *

عربی زبان کی ابتداء اوراس کے ارتقاء کی تاریخ کے ابتدائی مراحل سے آگاہی محققین کیلئے آسان کام نہیں، اس کی وجہ اس کے ابتدائی دور کے بارے میں مدون مواد کی کمی ہے۔ مذکورہ موضوع پر دستیاب مواد اس قدر قلیل ہے کہ ایک محقق کیلئے اس کے تطور و تاریخ کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنا بہت مشکل ہے۔

مواد کی یہی قلت عرب محققین کی اس موضوع پر عدم دلچسپی کا باعث ہے۔ نقط و اعراب کے حوالے یہ صورت حال مزید گھمبیر ہے کیونکہ عربی زبان پر تحقیق کے مختلف پہلوؤں میں سے یہ پہلو اگر ایک طرف بہت خشک ہے تو دوسری طرف ندرتِ مواد میں نمایاں ترین بھی۔ اس صورت حال میں ہمیں لامحالہ قدیم عربی نقوش کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو ان کا واحد مصدر ہیں۔ ندرت کے ساتھ ساتھ یہ نقوش غیر واضح بھی ہیں، تاہم کسی حد تک اس موضوع پر راہنمائی کیلئے معاون اور مددگار ہیں۔

وہ عرب کہ جن میں تہذیب و تمدن کافی ترقی کر چکا تھا اور وہ فصیح عربی زبان کہ جس کے آج ہم وارث ہیں، جزیرہ عرب کے قلب میں واقع، وادی واقعہ کے باشندے تھے۔ جو اس علاقے کا سب سے بڑا حصہ بھی ہے(۱) اور سامی اقوام کا مسکن اول بھی۔ اس علاقے سے ایسے کئی نقوش دریافت ہوئے ہیں جن سے اعراب کے وجود اور ارتقاء کے بارے میں کچھ راہنمائی میسر آسکتی ہے۔

ان نقوش میں سے کچھ خطِ مسند جنوبی میں لکھے ہوئے ہیں اور وہ لحیانی، ثمودی اور صفوی لہجات کے مماثل ہیں۔ لحیانی نقوش، عرب قبیلے لحیان کی طرف منسوب ہیں جو شمالی عرب کے علاقے "منطقہ العلی" میں سکونت پذیر تھے۔ لحیانی نقوش کی تاریخ پہلی یا دوسری صدی قبل مسیح تک کی ہے۔(۲)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بورے والہ، پاکستان۔

ثمودی اقوام کی تاریخ کئی صدیاں قبل مسیح تک محیط ہے۔اور وہ بعد از مسیح بھی زندہ رہے،ان کی سکونت کے علاقے مدائن صالح اور اس کے ارد گرد کے علاقے ہیں،ان علاقوں سے بر آمدہ نقوش کی تاریخ تین صدیاں بعد میلاد تک محیط ہے۔منطقہ صفاء اور جبل دروز سے بر آمدہ نقوش، نقوش ثمودیہ کے ہی تعلق رکھتے ہیں۔(۳)

قدیم عربی نقوش کے اہم مجموعہ جات ،ثمودی صفوی اور لحیانی نقوش پر مشتمل ہیں۔یہ نقوش عرب کے دیہی اورزرعی علاقوں ،صحرائے سینا،شام عراق اورصحرائے عرب کے مختلف علاقوں سے برآمد ہوئے۔یہ صفوی، ثمودی اور لحیانی نقوش خط مسند میں ہیں اور اپنی بہت ساری خصوصیات میں قرآنی عربی کے بہت قریب ہیں۔

جب کہ کچھ نقوش نبطی خط میں ہیں، خط نبطی، جدید اور قابل اعتماد تحقیق کے مطابق عربی خط کا ماخذ ومصدر رہے۔خط نبطی کی عربی خط سے مماثلت کا ذکر کرتے ہوئے مشہور عالم خطاط، کامل البابا لکھتے ہیں:

> "وأجمع عليه فى امر الكتابة العربية فهو ان العربى قد اخذوا كتابتهم عن الانباط وهم عرب كانوا يسكنون شمالى الجزيره العربيه فى بلاد الاردن وكانت عاصمتهم البتراء۔وقد اثبت النقوش الاثريه التى اكتشفها المستشرقون حديثا فى ام جمال ، وجبل الدروز ، وحران ، ان الخط العربى قد اشتق من الخط النبطى"۔(۴)

یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل عرب نے کتابتِ عربی، نبطیوں سے سیکھی جو شمالی جزیرہ عرب کے بلادِ اردن، جن کا پایہ تخت "بتراء" تھا، میں سکونت پذیر تھے۔ام الجمال، جبالِ دروز، اور حران کے نقوش کی دریافت کے بعد یہ بات متحقق ہوگئی ہے کہ خط عربی دراصل نبطی خط سے مشتق ہے۔

علامہ طاہر الکردی لکھتے ہیں:

> ان الخط العربى تفرع من الخط النبطى وذالک بعد ان عثرواعلى نقوش نبطيه قريبة للعربيه۔(۵)

> عربی خط، نبطی خط سے ماخوذ ہے جسکی تائید نبطی خط کے ملنے والے ان نقوش اور کتبات سے ہوتی ہے جو عربی خط سے مماثلت رکھتے ہیں۔

نبطی خط کے دریافت ہونے والے اہم نقوش مندرجہ ذیل ہیں:

نقش ام الجمال:

یہ نقوش شرق اردن کے جنوبی صوبہ حران جو جبلِ دروز کے شمال میں واقع ہے، اور عمان کے قریب، بصری کے جنوب کے علاقے ام الجمال جو عرب مسیحی لوگوں کی ایک بڑی آبادی ہے، سے فہر بن سلی کی قبر کے ایک کتبہ پر کندہ تھے۔ کتبے پر رقم کردہ تاریخ ۲۷۰-۲۵۰ عیسوی سے۔ یعنی تیسری صدی عیسوی کے نصف ثانی کا یہ ابتدائی دور تھا۔ نو کلمات اور ۳۱ حروف پر مشتمل یہ تحریر خطِ نبطی کی آخری شکلوں میں سے ہے۔ مستشرق لٹمان نے ۱۹۰۵ء میں اسے دریافت کیا اور دیگر ماہرین کے ساتھ مل کر اسے پڑھا اور ۱۹۲۹ء میں "مجلہ الساميات" میں اپنی تحقیقات شائع کیں۔(۶)

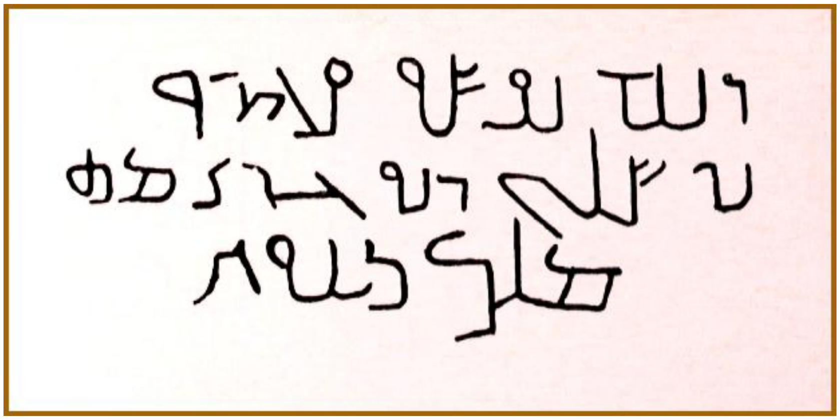

(۷)

عکس نقش ام الجمال

قراءۃ النقش	عربی معنی	اردو معنی
دنه نفسو فهرو	هذا قبر فهر	یہ فہر کی قبر ہے
بر سلي ربو جزيمة	ابن سلي مربي جزيمة	ابن شبلی عربی جزیمه
ملک تنوخ	ملک تنوخ	ملک کنوخ

(۸)

نقش حران

یہ کتبہ دمشق میں جبل دروز کے شمالی علاقہ میں حران کے گرجا کے دروازہ پر یونانی اور عربی قدیم میں کندہ ہے۔اس پر تاریخ کتابت ۵۶۸ء درج ہے ۔جو کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت با سعادت سے تین سال قبل کا زمانہ ہے۔پروفیسر انولیٹمان ماکس(Enno Littmann Max) نے عبارت کے رموز کو حل کیا۔یہ مکتوب پہلی صدی ہجری کے اواخر میں مستعمل،خط عربی سے تشابہ ہے۔ مستشرقین کے بقول اس کتبہ کا تعلق امیر کندہ کے عہد سے ہے۔(۹)

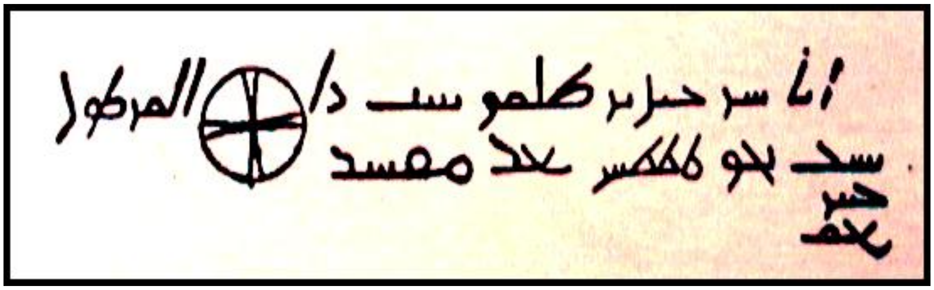

(۱۰)

نقش حران کا عکس

نقش حران کی عبارت حسب ذیل ہے:

۱۔اناشر حیل برظلمو بنیت ذالمرطول

۲۔ سنت ۴۶۳ بعد مفسد

۳۔ خیبر

۴۔بعام (۱۱)

عبارت مذکورہ کا عربی ترجمہ:

انا شراحیل بن ظالم،بنیت ھذہ الکنیسة،سنة ۴۶۳،بعد مفسد خیبر بعام ۔(۱۲)

میں شراحیل بن ظالم ہوں، میں نے یہ کنیسہ فساد خیبر کے ۴۶۳ سال بعد بنایا۔

مستشرق انولٹمان نے اس کو پڑھا۔اس نقش کی باقی عبارت تو واضح ہے سوائے مفسد خیبر بعام کے۔ جس کے معنی انولیٹمان(Enno Littmann) نے یہ بیان کیے ہیں:

ان مفسد خیبر انما یشیر الی غزوة احد امراء بنی غسان لخیبر۔(۱۳)

فساد خیبر سے مراد بنی غسان کے امراء کی اہل خیبر کے خلاف جنگ ہے۔

اس غزوہ کی طرف اشارہ ابن قتیبہ کے اس قول میں بھی ملتا ہے:

ثم ملک بعده الحرث بن ابی شمر۔۔۔وکان غزا خیبر فسبی من اهلها ثم اعتقهم بعد ما قدم الشام۔(۱۴)

پھر اس کے بعد حرث بن ابی شمر اس کا بادشاہ بنا۔۔۔اس نے اہل خیبر سے جنگ کی، انہیں جنگی قیدی بنایا، پھر جب اس نے شام کو فتح کیا تو انہیں آزاد کر دیا۔

نقش زَبَد

قدیم عربی نقش جس پر تاریخ کتابت ۵۱۳، ۵۱۲ء کندہ ہے حلب کے قریب قنسرین اور دریائے فرات کے درمیان مقام زَبَد پر دریافت ہوا۔ یہ نقش تین زبانوں یونانی، سریانی اور عربی میں مکتوب ہے محقق مارک لیتسبر سکی نے پڑھا۔ یہ نقش زیادہ تر ان لوگوں کے ناموں پر مشتمل ہے جنھوں نے اس کنیسہ کو تعمیر کرنے میں جدوجہد کی۔(۱۵)

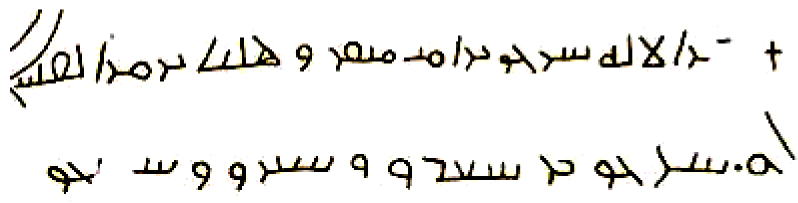

(۱۶)

نقش زبد کی قرأت

نقش زبد آغاز سے چونکہ ٹوٹا ہوا ہے، اس ٹوٹ پھوٹ اور بعض جملوں کے ابہام کی وجہ سے اس کی قرأت اگرچہ مؤکد نہیں ہے تاہم اہل فن نے اس کی یوں قرأت کی ہے:

۱۔(بنص)رالإله سرجو بر أمت منفو وهليا بر مر القيس

۲۔وسرجو بر سعدو وسترو وشريحو بتميمی۔(۱۷)

اس نقش کا آخری جملہ "بتمیمی" سریانی زبان میں لکھا ہوا ہے۔

نقش ام الجمال دوم

یہ چھٹی صدی عیسوی کا نقش ہے اسے بھی لٹمن نے دریافت کیا۔اس پر اگرچہ تاریخ رقم نہیں ہے تاہم یہ چھٹی صدی سے متعلق مانا گیاہے۔یہ نبطی خط کی آخری ترقی یافتہ اور دور جاہلیت کی ابتدائی شکل ہے۔نقش ام الجمال کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی کتابت دو قسم پر ہے۔اول مقور (دوائر آمیز حروف) دوم مبسوط (پھیلا ہوا خط) پہلی طرز کے حروف مربع نماہیں، دوسرے حروف مائل بہ کشش۔یہ رسم کتابت خط سینائی (شامی) سے متاثر ہے۔اس قسم کی تحریریں دور بنی امیہ کے آثاری کتبات میں بھی نظر آتی ہیں۔(۱۸)

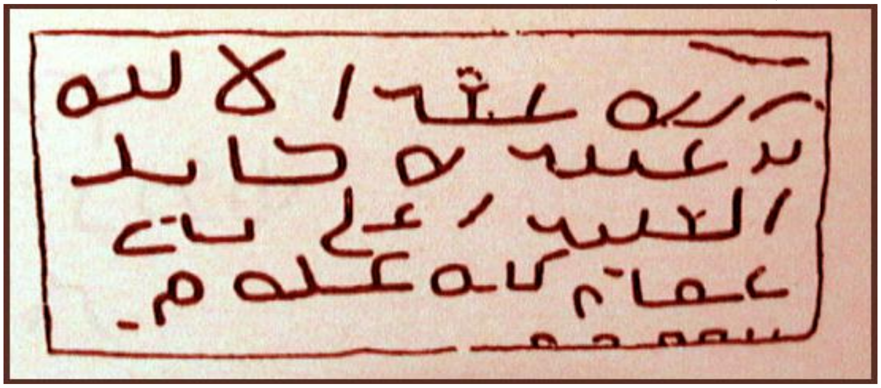
(۱۹)

نقش ام الجمال ثانی

نقش ام الجمال ثانی کی قرأت

مستشرق انولیٹمان (Enno Littmann) نے نقش ام الجمال ثانی کی قرأت یوں کی ہے۔

۱- إلهِ غفراً لأليه

۲- بن عبيدة كاتب

۳- العبيد أعلى بني

۴- عمري صلو عليه من

۵- يقرؤه .

فصیح عربی میں اس کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

يا رب اغفر لأليه بن عبيدة ، الكاتب ، الخبير ، اشرف بنى عمرو ، ادع له ايها القارى۔(۲۰)

ڈاکٹر عبدالتواب اس قرأت کے ایک حصہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونحن وان كنا نتفق مع "ليتمان"فى قراءة الاجزاء الاولى،منه هذ النقش فاننا لانوافقه على قراءة الجملة الاخيرة منه ، وهى"صلو عليه من يقرءوه"،ولعلها تقرءه كذا:"كله علو من يتفقده"ويكون المعنى:"انه اعلى بنى عمرو كلهم كعلو من يتفقده بزيارة قبره۔(۲۱)

لیٹمان (Littmann) کی اس قرأت کے جز اول سے تو ہم اتفاق کرتے ہیں لیکن آخری جملہ کی قرأت سے ہم متفق نہیں،اور وہ جملہ صلوعلیہ من یقرؤہ ہے،شاید اس کی قرأت یوں ہو(کلہ علو من یتفقدہ) جس معنی ہیں بنی عمرو سب سے اعلی ہیں جیسا کہ اس قبر کی زیارت کرنے والا اسے اعلی سمجھتا ہے۔

نقش زبد و حرّان وأم الجمال وعین عبدۃ:

کچھ محققین کا خیال ہے کہ یہ نقوش عربی زبان سے متعلق ہیں،اور وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ موجودہ عربی سے سوائے چند ایک چیزوں کے مختلف نہیں۔(۲۲)

ان کے نزدیک نقش زبد میں عربی اسماء کی ایک بڑی تعداد ہے جیسے سرجو،منفو،سعدو اور سترو وغیرہ،ان میں بعض اسماء واؤ پر ختم ہوتے ہیں،الدکتور وافی، مستشرق انولیٹمان(Enno Littmann) کی رائے سے سند پکڑتے ہوئے اس واؤ کو تنوین کا عوض قرار دیتے ہیں۔(۲۳)

واؤ میں علامت اعراب بننے کی صفت پائی جاتی ہے اور ان نقوش میں واؤ بطور علامت وصف استعمال ہوئی ہے۔ جیسے نقش حران میں لفظ"ظلمو"میں واؤ بطور حرکت استعمال ہوئی ہے۔احمد رضا العاملی ۲۴ کی رائے میں یہ واؤ فقط اصطلاح خطی کے طور پر استعمال ہوئی ہے،بطور اعراب نہیں۔(۲۵)

بعض مستشرقین نے نقش زبد و حران اور اور ام الجمال میں اعراب کے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے،اور وہ بعض جملوں میں حرکات طویلہ پر اشارہ کرنے والی علامات ہیں۔جیسا کہ نقش ام الجمال میں جملہ (اعلی بنی عمری) کے بارے میں وہ مصر ہیں کہ اس جملہ میں حرکات اعراب ہیں لیکن انہوں نے ان حرکات کی وضاحت نہیں کی۔(۲۶)

نقش عین عبدۃ میں بعض ایسے کلمات ہیں جن سے علامات اعراب کے وجود پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ صالح العجمی نے اسمائے اعلام میں نبطی طرز تحریر کو سامنے رکھتے ہوئے اس نقش میں کلمۃ (الموت) اور کلمۃ (جرح) میں واؤ کو ضمہ اور تنوین کا بدل قرار دیا ہے۔۲۷ کیونکہ کلمۃ جرح مرفوع ہے اور علامات رفع اس کے آخر میں واؤ ہے چنانچہ یہ (جرحو) مکتوب ہے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر بعض محققین نے اس امکان کا اظہار کیا ہے ان نقوش میں علامات اعراب موجود ہیں ،انہی کی پیروی میں رمزی بعلبکی نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ کلمہ (ن ف ش و)، بمعنی "قبر" میں بھی واؤ بطور علامت اعراب استعمال ہوئی ہے۔(۲۸)

علامات إعرابیہ واضحۃ:

ایسے نقوش جن میں علامات اعراب واضح ہیں تعداد میں بہت کم ہیں۔ ان نقوش کی قلت کے باوجود ایسے اشارات موجود ہیں کہ جن سے قدیم عربی زبان میں اعراب کی موجودگی پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ان نقوش میں سب سے اہم نقش نمارہ ہے۔ نقش نمارہ میں ایسی کئی علامات ہیں جو باعتبار اعراب اور جدید عربی سے مماثلت اسے اپنے ہم زمانہ اور ہم علاقہ باقی نقوش سے ممتاز کرتی ہیں۔

نقش نمّارہ:

نمّارہ، جبل دروز کے مشرقی سمت میں سلطنت حیرہ کے ملوک کا ایک چھوٹا سا محل ہے۔ مشہور عرب شاعر اور سلطنت حیرہ کے بادشاہ امرء القیس جو یہاں مدفون ہیں کی قبر پر یہ کتبہ ۳۲۸ عیسوی میں لکھا گیا اور یہ اب تک دریافت شدہ قدیم ترین نقوش میں سے ہے۔(۲۹) مذکورہ نقوش پانچ سطور پر مشتمل ہے جسے فرانسیسی مستشرق رینی دوساد (Reni Dussaud) اور اس کی ٹیم نے ۱۹۰۳ء میں دریافت کیا۔(۳۰) اس خط کو خط عربی کا آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔(۳۱)

محقق عبد الواحد الوافی کے بقول نقش نمارہ کی عبارت فصیح عربی سے مطابقت رکھتی ہے، لیکن انہوں نے اس مطابقت کی جہات اور مماثلتیں ذکر نہیں کیں، کہ کیا یہ مماثلت الفاظ میں ہے، یا اعراب میں، یا صیغ مستعملہ میں یا فصیح عربی کے خواص میں سے کسی اور خصوصیت میں۔(۳۲)

مستشرق لیٹمان کی رائے میں، ان نقوش میں اسمائے اعلام موجود ہیں۔ اور آخر میں واؤ اس پر دال ہے۔

ڈاکٹر عبد الواحد وافی، پروفیسر لیٹمان کے نقطہ نظر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد أشار إلى رأي ليتمان، وهو أن النقش يحوي أسماء أعلام تنتهي بحرف الواو مثل: عمرو، ومذحجو، ومعدو، وهذه الواو علامة إعرابية تنوب عن التنوين في حالة الرفع.(۳۳)

جبکہ ڈاکٹر احمد سلیمان یاقوت لکھتے ہیں:

''ان النقش النمارة الذى عثر عليه بالشام يعطينا صورة واضحة عن آثار الإعراب، لأنّه تطوّر وأصبح كاملاً في العربيّة الباقية''۔(۳۴)

نقش نمارہ جو شام میں دریافت ہوا ہمارے سامنے اعراب کی واضح صورت لاتا ہے، یہ اعراب کی ارتقائی صورت تھی اور عرب باقیہ میں کامل طور پر موجود ہے۔

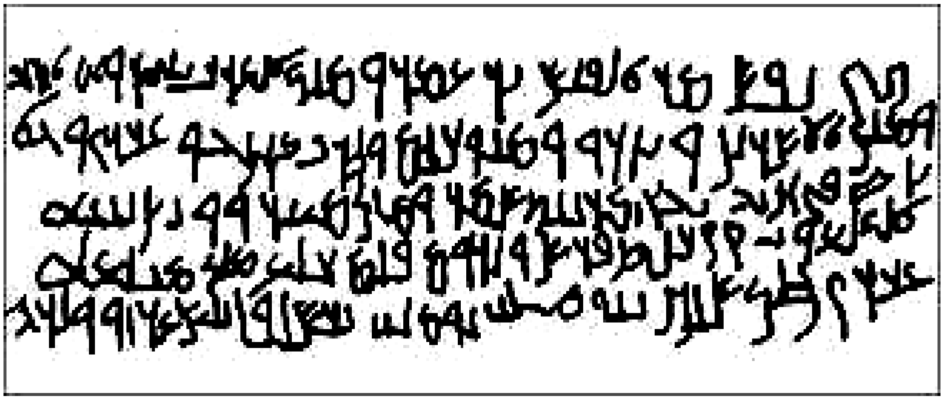

(۳۵)

نقش نمارہ کا عکس

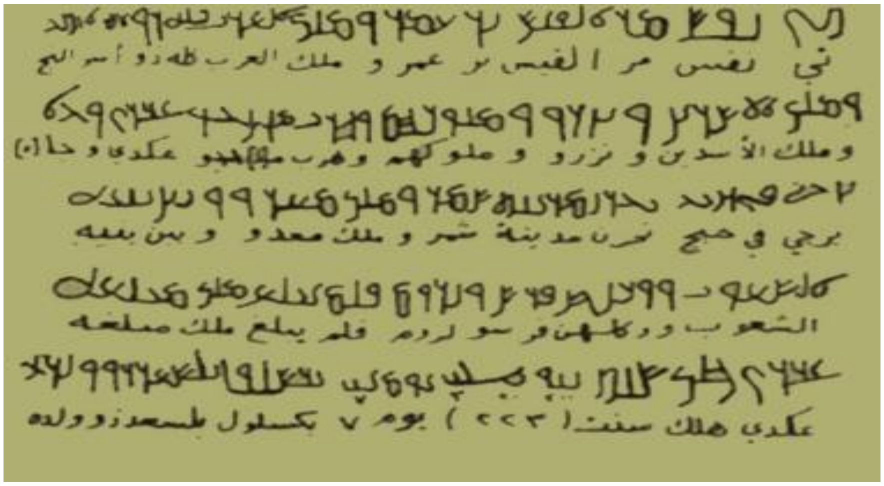

(۳۶)

نقش نمارہ مع ترجمہ (باریک بینی سے دیکھا جائے تو نبطی اور عربی حروف کی مماثلت اور اعراب کے اشارات واضح ہیں)

یہ کتبہ جبل دروز کے شمالی علاقہ میں حران کے گرجہ کے دروازہ پر یونانی اور عربی قدیم میں کندہ ہے۔اس پر تاریخ کتابت ۵۶۸ء درج ہے۔پروفیسر لٹمن ماکس(Littmann Max) نے عبارت کے رموز کو حل کیا۔یہ مکتوب پہلی صدی ہجری کے اواخر میں مستعمل،خط عربی سے تشابہ ہے۔ مستشرقین کے بقول اس کتبہ کا تعلق امیر کندہ کے عہد سے ہے۔(۳۷)

نقش نمارہ کا فصیح عربی ترجمہ

- هذا قبر امرئ القيس بن عمرو ملك العرب كلها الذي حاز التاج
- وملك الأسدين ونزارا وملوكهم وهزم مذحج بقوته وجاء
- لجباية الخراج في مشارف نجران مدينة شمر وملك معد ونيل بنيه
- (إدارة)شؤون الشعوب ووكله الفرس (لمجابهة الروم) فلم يبلغ ملك مبلغه
- قوة توفى سنة (٢٢٣) يوم السابع من شهر كسلول (شهر كانون " ديسمبر ") يالسعد الذي ولده۔(۳۸)

نقش نمارہ میں اعراب کے آثار

Þ مذکورہ بالا نقش میں سطر اول میں ہمیں اعراب کے آثار نہیں ملتے۔

Þ دوسری سطر میں لفظ "اسدین" تثنیہ کا صیغہ ہے اور مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے،لہذا اس کے اعراب کی رعایت رکھتے ہوئے اس کو یا کے ساتھ معرب کرتے ہوئے "اسدین" لکھا گیا ہے، "اسدان" نہیں لکھا گیا۔(۳۹)

Þ اسدین کے بعد "نزارو" کا لفظ بھی منصوب ہے اور شاید یہ اسدین پر معطوف ہے۔نزارو میں واؤ کو باقی رکھا گیا ہے جو کہ اس بات پر دال ہے کہ یہ اعلامِ معربہ میں سے ہے، کیونکہ اعلامِ مبنیہ کے آخر میں واؤ نہیں لکھا جاتا۔واؤ کا اس طرح لکھا جانا نبطی خط میں معروف ہے اور شاید اہل عرب نے یہ چیز وہیں سے لی ہے۔ کہیں کہیں ہم اس کا اظہار دیکھتے ہیں جیسے عمرو اور عمر میں فرق کرنے کیلئے عمرو کے آخر میں واؤ لگاتے ہیں۔(۴۰)

Þ تیسری سطر میں لفظ(ملک معدو) بھی تنوین نصب کے بغیر ہے اور اس کے آخر میں واو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ بھی اعلام معربہ میں سے ہے، جبکہ لفظ (نزل بنیہ) میں دو طرح سے اعراب کی وجوہ ہیں۔

۱۔ یہ مفعول بہ ہونے کی بنائ پر منصوب ہے، لہٰذا اس کو یا کے ساتھ اعراب دیا گیا ہے۔
۲۔ یہ اصل میں " بنینہ" تھا، مضاف سے نون حذف کیا گیا تو یہ " بنیہ" رہ گیا، مضاف کے نون کا حذف کرنا عربی قواعد میں سے اہم قاعدہ ہے۔(۴۱) جبکہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ (نزّل) فعل متعدی بالتضعیف ہے، پس اس نے دونوں مفعولوں کو منصوب کر دیا اور وہ (بنیہ) اور (الشعوب) ہیں۔(۴۲)
نقش نمارہ سے ہمیں واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اعراب کا وجود فصیح عربی سے پہلے بھی موجود تھا۔ اور باعتبارِ اعراب کوئی بھی دوسرا نقش، نقش نمارہ سے زیادہ عربی زبان کے قریب نہیں۔(۴۳)
نقش نمارہ کی کئی قرآت اور ترجمے ہیں۔ مقالہ ہذا میں "مستشرق اِنولیتمان" Enno littmann" کے ترجمہ پر اعتماد کیا گیا ہے جسے اِسرائیل ولفنسون اور دیگر کئی ماہرین نے بھی قابل اعتماد ٹھہرایا ہے۔

نقوش رأس شمر

نقوش راس شمر (۴۴) سے ایک اتفاقیہ واقعے سے برآمد ہوئے۔
ڈاکٹر رمضان عبد التواب اس کی برآمدگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فی مارس ۱۹۲۸ء کان احد الفلاحین یحرث ارضه بسلام فی "مینة البیضاء"علی ساحل الشمالی لسوریا، عند ما عاق محراثه فجأة علی الحرث،کتلة ضخمة من الحجر،وما ان رفعها حتی ظهر مدخل تحت الارض ، فی نهایته مقبرة مقبوة السقف،وجد بها الفلاح فخارا من الطین المحروقوزهریات صغیرة لم تصب بسوء ، وقد بلغ خبر هذه الحادث الی ادارة الآثار الفرنسیه فی بیروت ، فعاین علماؤه المقبرة ، ورجحوا انها لیست وحدها فی المنطقة ، وانما تکون جزاء من جبانة کبیرة۔واذا کانت هناک جبانة ، فمعنی هذا انها تابعة لمدینة ما لا تبعد کثیرا عن هذه الجبانة۔وکان بالقرب من المنطقة ، تل مرتفع علی بعد حوالی کلو مترا واحدا ، یسمی "رأس شمر" بسبب نبست السمار البری ، الذی ینمو کثیرا في هذه المنطقة ۔ وقد عثر الناس هناک من قبل، علی اشیاء اثریة، کالاطباق والخناجر، حتی شاع بین سکان المنطقة ، انه کان هناک مدینة کبیرة، یقضی المرء فی الطواف حول سورها ایاما عدیدة۔(۴۵)

مارچ ۱۹۲۸ء میں شام کے شمالی ساحلی علاقے "مینۃالبیضاء "میں ایک کسان ہل چلا رہا تھا، کہ اچانک اس کا ہل پتھر کی ایک بڑی چٹان سے ٹکرایا، اس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو زمین میں پیوست پایا۔ پتھر کے دوسرے کنارے پر ایک بند مقبرہ تھا، جس پر پکی ہوئی مٹی کی کچھ تختیاں ملیں۔ اس واقعہ کی خبر بیروت میں ادارہ آثار قدیمہ کو ملی جس کے ماہرین نے اس مقبرہ کا معائنہ کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ اس علاقے میں یہ صرف اکیلا نہیں بلکہ یہ ایک بڑے جبانہ کا حصہ ہے۔ وہاں واقعتا ایک جبانہ تھا، انہوں نے سمجھا کہ کسی شہر کے آثار میں سے ہے جو کہ یہاں سے زیادہ دور نہیں۔

اس علاقے کے قریب ایک بلند ٹیلہ تھا، جس کے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک شہر تھا جسے جنگلی درختوں کی کثرت کی وجہ سے "رأس شمر" کہتے ہیں۔ جو کہ اس علاقے میں عام اور کثرت سے ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے بھی اس علاقے سے لوگوں کو برتن (پلیٹیں) اور خنجر وغیرہ مل چکے تھے۔ جس سے اس علاقے میں پہلے ہی یہ بات پھیلی ہوئی تھی کہ یہاں ایک بڑا شہر آباد تھا۔

ماہرین آثار قدیمہ نے ۱۹۲۹ میں اس ٹیلہ کے نیچے کھدائی کی تو "مینۃالبیضاء" کا مقبرہ مکمل طور پر ظاہر ہو گیا، جس کے قریب اور بھی قبور تھیں اور ٹیلہ کے نیچے ایک قدیم شہر تھا۔ جو کہ "اجاریت" کہلاتا ہے اور وہ ہم سے ہزاروں سال قدیم ہے۔ یہاں سے سینکڑوں نقوش اور تختیاں ملیں، جنہیں ماہرین آثار قدیمہ نے سہولت کے ساتھ پڑھ لیا۔(۴۶)

نقوش رأس شمر میں اعراب کی صورت حال

نقوش رأس شمر میں اعراب کے آثار تو ملتے ہیں تاہم ان کی صورت حال عموم سے ہٹ کر ہے۔ اس میں ضبط کلمات کیلئے معروف علامات اعراب استعمال نہیں کی گئیں، بلکہ صرف ہمزہ پر دلالت کیلئے ایک علامت ہے، جو کہ رفعی، نصبی یا جری حالت میں مختلف ہوتی ہے۔(۴۷)

ان نقوش پر اعراب کے بارے میں ڈاکٹر شوقی ضیف لکھتے ہیں:

"ولاحظو ان هذه اللغة الاوجريتية يشيع فيها الاعراب مثل العربية وايضا فانهم وجدوا فيها ظواهر المنع من الصرف"۔(۴۸)

ماہرین کا خیال ہے کہ لغت اجریتیہ میں بھی عربی زبان کی طرح اعراب عام تھے۔مزید یہ کہ اس میں منع صرف کے قواعد کے استعمال کے شواہد ملتے ہیں۔

نقوش اکدیہ:

تاریخ میں اگر ہم مزید پیچھے جائیں تو نقوش اکادیہ / اکدیہ جو پچیس سو (۲۵۰۰ق م) قبل مسیح پرانے ہیں ہمارے سامنے آتے ہیں۔یہ نقوش خط مسماری مقطعی میں لکھے ہوئے ہیں۔اس خط کو یہ نام اس لئے دیا گیا کیونکہ کہ اس میں الفاظ کی صورت مسماری (میخ جیسی) ہوتی ہے۔خط مسماری میں لکھے ہوئے ایسے بہت سے نقوش دریافت ہوئے ہیں جنہیں مٹی کی الواح پر لکھ کر پکالیا گیا تھا۔ قانون حمورابی جو دنیا کا لکھا ہوا سب سے پرانا قانون ہے ایسی ہی تختیوں پر مکتوب ہے۔(۴۹)

تہذیب وتمدن کے آثار سے بھرپور یہ زبان بالکل مردہ اور ناپید ہو چکی تھی اور ہم ،۱۷۳سال قبل تک بجز بابلی اور آشوری جو اسی کی فروعات میں سے ہے، بالکل واقف نہ تھے۔اس سلسلہ میں سب سے پہلی کھدائی ۱۸۴۲ء میں عراق کے شہر موصل میں فرانسیسی سفیر بوتا(Botta)نے کروائی۔اور یہ کھدائی موصل کے قریب "خرسباد" نامی گاؤں میں کی گئی۔یہ کھدائی آٹھویں صدی قبل مسیح کے آشوری بادشاہ" سرجون ثانی" کے محل کے بعض اجزاء کی دریافت کیلئے مارچ ۱۸۴۳ء میں کی گئی۔(۵۰)

یہاں سے اکتشافات (دریافتوں) کا سلسلہ چل نکلا، جس میں بہت سے انگریز، فرانسیسی اور امریکی ماہرین آثار قدیمہ باروت(Parot)،لایارد(Layard)،مالون(Mallown) وغیرہ نے حصہ لیا۔ اس کھدائی کا حاصل پکی ہوئی مٹی کی الواح پر لکھا ہوا نقوش کا ضخیم مجموعہ تھا۔(۵۱)

نقوش اکدیہ میں اعراب کی صورت حال:

سامی زبانوں میں لغت عربی کے بعد سب سے بڑی زبان جس نے اعراب کو محفوظ رکھا، اکدی زبان ہے۔اس کی فروعات میں سے آرامی اور حبشی زبانیں ہیں۔(۵۲)

بابلی اور آشوری زبان کے دریافت شدہ کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اعراب موجود تھے، اور حرکات ثلاثہ ایسے ہی مستعمل تھیں جیسے موجودہ عربی زبان میں۔ جبکہ اکدی زبان میں تنوین بھی ایسے ہی مستعمل تھی جیسے

موجودہ عربی میں، ہاں البتہ اکدیین اس میم تنوین کو "التمیم" کہتے تھے جیسے اہل عرب نون تنوین کو "التنوین کہتے ہیں۔(۵۳)

ڈاکٹر رمضان عبد التواب اس زبان میں اعراب کی موجودگی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إنَّ قانون حمورابي (۱۷۹۲– ۱۷۵۰ق. م) المدون باللغة البابلية القديمة، يوجد فيه الإعراب بشكل واضح كما هو في اللغة العربية الفصحى تمامًا فالفاعل مرفوع، والمفعول منصوب، وعلامة الرفع الضمة، وعلامة النصب الفتحة، وعلامة الجر الكسرة، تمامًا كما في اللغة العربية.(۵۴)

قانون حمورابی(۱۷۹۲– ۱۷۵۰ق. م)جوکہ قدیم بابلی زبان میں مدون کیا گیا، میں اعراب اپنی واضح شکل میں ایسے ہی پائے جاتے ہیں جیسے فصیح عربی زبان میں ۔اس میں فاعل مرفوع ہے اور مفعول منصوب، اور علامت رفع ضمہ ہے، علامت نصب فتحہ ہے اور علامت جر کسرہ ایسے ہی موجود ہے جیسے لغت عربی میں۔ مثلااس قانون کے فقرہ نمبر ایک کی عبارت یوں ہے:

ubbir ma summa awel um awe lam بمعنی (إذا اتهم إنسان إنسانا)۔

عبارت مذکورہ میں لفظ awel um بمعنی (إنسان) فاعلی حالت میں ہے اور مرفوع بالضمہ ہے. جبکہ دوسرا لفظ awe lam حالت نصبی میں ہے جس پر a دلالت کر رہا ہے، جبکہ آخر میں میم ،"میم تمیم" ہے جو کہ عربی میں "تنوین" کے مقابلہ میں ہے۔(۵۵)

اسی قانون کے فقرہ نمبر پانچ کی عبارت یوں مذکور ہے:

Dinam iddin summa dayunn m.

بمعنی: (إذا حكم قاضٍ حكمًا)

مذکورہ فقرہ میں dayann m بمعنی (قاضٍ) فاعلی حالت میں ہے اور مرفوع بالضمہ ہے، اور کلمۃ: Dinam بمعنی: (حکم) مفعولی حالت میں ہے اور منصوب بالفتحہ ہے۔ (۵۶)

مذکورہ بالا دلائل سے پتہ چلا کہ لغت اکدی میں حرکات ثلاثہ قدیم زمانے میں بھی مستعمل تھیں اور عہد حمورابی تک ان کا استعمال رہا۔ بعد میں ان میں اختصار آگیا اور یہ دو حرکات میں سمٹ گئیں، رفع کیلئے ضمہ اور کسرہ اور نصب کیلئے جر، آخر کار ایک ہی حرکت رہ گئی، اور وہ کسرہ ممالہ کہلائی۔(۵۷)

لغت اکدیہ میں حرکات ثلاثہ اور تنوین ہی نہیں بلکہ تثنیہ کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ آتا ہے، اور الف کے ساتھ اس کا اظہار ہوتا ہے، جبکہ نصبی اور جری حالت میں یا کے ساتھ اس کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلا " īnān " بمعنی "عينان" حالت رفعی میں اور īnēn حالت نصبی اور جری میں ہو گا۔ اسی طرح جمع مذکر سالم کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ جبکہ حالت نصبی و جری میں یا کے ساتھ ہو گا۔(۵۸)

لغت اکدی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں الفاظ کو مختلف قطعوں یا ٹکڑوں میں لکھا جاتا ہے۔ ہر قطعے کیلئے ایک علامت لکھی جاتی ہے۔ مثلا اگر لفظ کلب لکھنا ہو تو وہ ان کے ہاں رفع، نصب اور جر تین اعراب کے ساتھ ظاہر ہو گا۔

Kal-bim,Kal-bum,Kalbam اس سے پتہ چلا کہ اکادیین کے ہاں کتابت مکمل طور پر متداول تھی۔ حرکات ثلاثہ، ضمہ، فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ساتھ ساکن، تثنیہ اور تنوین وغیرہ کی علامات بھی مستعمل تھیں۔

فصیح عربی میں اعراب کوئی نئی چیز نہیں، ان کی جڑیں بہت عمیق اور گہری ہیں۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اکادیین نے ۲۵۰۰ قبل مسیح میں اقوام سامیہ میں سب سے پہلی ہجرت ارض رافدین کی طرف کی تو اس وقت بھی ان کے ہاں اعراب رائج تھے۔۵۹ تاہم مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس رجحان میں کمی واقع ہوتی چلی گئی۔ ڈاکٹر جواد علی ترک اعراب کے رجحان کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ويخيل لي أن معظم لغات الأدب في العالم القديم كانت تراعي الإعراب، لترتفع بذلك عن ألسنة العامة، ولتكون اللسان الرفيع الذي يخاطب الإنسان به أربابه،ثم خفت حدة الإعراب فيما بعد، مجاراة لتطور العقل الإنساني. ونجد معظم الشعوب في الوقت الحاضر، تبسط لغتها وتختزل قواعدها وجمل كلامها ليتناسب الكلام مع عقلية السرعة التي أخذت تسيطر على الإنسان الحاضر''.(٦٠)

> "میرے خیال میں قدیم زمانے میں اکثر زبانوں میں اعراب کی رعایت رکھی جاتی تھی تاکہ وہ اس سے عام زبانوں میں ممتاز اور اعلیٰ ہو، اور اسی ممتاز اور اعلی زبان میں انسان اپنے رب سے مخاطب ہو (مناجات کرے)۔ پھر عقل انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس حد اور پابندی میں کمی واقع ہوتی چلی گئی، چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ اپنی زبان کو سادہ بنا رہے ہیں،

مخففات(abbreviations) کا استعمال کر رہے ہیں،اور الفاظ کو جامع بنا رہے ہیں تاکہ عصر حاضر کے انسان کی عقل کی سرعت کے ساتھ مناسبت پیدا ہو سکے"۔

مذکورہ نقطہ نظر کی تائید بعض روایات اور قدیم عربی تحریرات سے بھی ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے ابتدائی نسخے بھی اس وقت کے طرزِ تحریر کے مطابق بلا نقط واعراب تھے۔ دورِ نبوی ﷺ کے تحریری نمونوں، قرآنی نسخوں اور خصوصاً آپ ﷺ کے دعوتی خطوط میں یہ طرزِ تحریر نمایاں اور واضح ہے۔(۶۱)

مصاحف پر نقط واعراب کا کام تابعین اور بعد کے ادوار میں مختلف مراحل میں سرانجام پایا۔نقط واعراب کا یہ عمل ایک مستقل اور مختلف الجہت موضوع ہے جو کہ فی الحال زیر بحث نہیں۔

مذکورہ بحث سے پتہ چلا کہ قدیم عربی نقوش اور کتبات، خصوصا نقوش اکدیہ اور نقوش رأسِ شمر میں اعراب کے وجود کے واضح اشارے موجود ہیں۔ نقش نمارہ اور قانون حمورابی اس کی واضح ترین مثالیں ہیں۔اگرچہ ان نقوش کی استنادی حیثیت ایک سوالیہ نشان ہے، کیونکہ تمام ترکھدائیاں مستشرقین کی طرف منسوب ہیں اور اسلامی تحقیقات کے میدان میں مستشرقین کا طے شدہ نتائج کو ثابت کرنے کی کوششیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، نیز کھدائیوں سے دریافت شدہ نقوش اور کتبات کی تاریخ اور عبارات کی بنیاد ظن اور تخمین پر ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ سے مروی روایات اور احادیث نہ صرف یقینی ہیں بلکہ جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھے جانے والے رجال کے ایک سلسلے کی تائید کے بھی متصف ہے۔لہذا اصول اور ضابطے کے طور پر یہ ہمارے لیے ان کھدائیوں سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔جبکہ عقلی طور پر بھی یقین کے مقابلے میں ظن کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔لہذا ان کتبات اور نقوش سے ثابت شدہ نتائج ہمارے لیے حتمی نہیں۔

اگرچہ ان نقوش و کتبات کی بنیاد پر عربی زبان میں اعراب کی تاریخ ۲۵۰۰ق م سے ۴۰۰۰ق م بیان کی گئی ہے۔ تاہم مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس رجحان میں کمی واقع ہوتی چلی گئی۔نزول قرآن کے زمانہ میں اس کا رواج بالکل ختم ہو کر رہ گیا تھا۔عرف کی اسی متابعت اور بعض دیگر حکمتوں (جیسے اختلاف قراءت وغیرہ) کی بناء پر قرآن کریم کے ابتدائی نسخے بلا نقط واعراب تھے۔تاہم عجمیوں کے دخول اسلام کے بعد جب انہیں قراءت میں دقت پیدا ہوئی تو قراءت قرآن کو خصوصاً اور لغت عرب کو عموماً لحن (اغلاط) سے بچانے کیلئے نقط و اعراب کے نظام کو دوبارہ مرتب کیا گیا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) أحمد رضا العاملي، مولد اللغة: ۵۰، دار مكتبة الحياة، بيروت ۱۹۵۶ء.

(۲) ڈاکٹر شوقی ضیف، العصر الجاہلی: ۳۳، دار المعارف مصر، ۱۹۶۱ء، الدکتور احمد سلیمان یاقوت (استاذ الدراسات اللغویہ جامعہ اسکندریہ و بیروت) ظاہرۃ الاعراب فی النحو العربی و تطبیقھا فی القرآن القدیم: ۰۶، دار المعرفۃ، ۱۹۹۴

(۳) ظاہرۃ الاعراب فی النحو العربی: ۷۰

(۴) کامل البابا الخطاط: روح الخط العربی: ص ۸، طبع اول، دار العلم للملایین، بیروت۔ ۱۹۸۳ء

(۵) الکردی محمد طاہر بن عبد القادر المکی، الخطاط، تاریخ الخط العربی وآدابہ: ۱۸، المطبعۃ التجاریہ الحدیثۃ بالسکاکسینی، ۱۳۵۸ ہجری، ۱۹۳۹ء

(۶) اسرائیل ولفنسون، تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۲، ۱۳۹، مطبعہ الاعتماد، قاھرہ، مصر ۱۳۴۸ھ، ۱۹۲۹ء فصول فی فقہ العربیہ: ۵۸، روح الخط العربی: صفحہ ۸،

Abbott Nabbia:The rise of the North Arabic Script and its Development With a Quranic Development with a full Discription of the Quran Manuscripts in the Oriental Institute:P.۲۶,The University Of Chicago Press,۱۹۳۹،

(۷) تاریخ اللغات السامیۃ: ۱۳۹، فصول فی فقہ العربیہ: ۵۸

(۸) الدکتور مشلح بن کمیخ المریخي، الکتابات الاسلامیہ، دراسۃ في نشأۃ الخط العربي و تطورہ: ۲۹، جامعہ الملک السعود الریاض، سعودی عرب ۱۴۲۸ ھجری

(۹) روح الخط العربی: صفحہ: ۹، سید احمد رامپوری، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی: ۳۹، رامپور رضا لائبریری، رامپور، انڈیا، تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۲

(۱۰) تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۲، فصول فی فقہ العربیہ: ۵۷

(۱۱) تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۲

(۱۲) المرجع السابق: ۱۹۲

(۱۳) تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۲، فصول فی فقہ العربیہ: ۵۷

(۱۴) ابن قتیبہ، کتاب المعارف، صفحہ ۳۱۳

(۱۵) حافظ سمیع اللہ فراز، رسم عثمانی کی شرعی حیثیت، صفحہ ۱۹، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۷، فصول فی فقہ العربیہ: ۵۶، تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۱

(۱۶) فصول فی فقہ العربیہ: ۵۶، تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۱

(۱۷) فصول فی فقہ العربیہ: ۵۷، تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۱

(۱۸) خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، صفحہ ۴۳، نابیہ ایبٹ ۲۷

(۱۹) فصول فی فقہ العربیہ: ۵۷،

(۲۰) حوالہ سابقہ: ۵۸

Littmann, Vorislam. - arab. Inschrift, Zeitschrift für Semitistik VII 203 .

(۲۱) فصول فی فقہ العربیہ: ۵۸

(۲۲) وافي، علي عبد الواحد، فقہ اللغۃ: ۱۰۷، ۱۰۶، دار نهضة للطبع والنشر، القاهرة، مصر، ۱۹۸۸، فصول في فقه اللغة العربية: ۵۴۔

(۲۳) فقہ اللغۃ: ۱۰۵

(۲۴) ابو العلاء بہاؤالدین احمد رضا بن ابراہیم بن حسین بن یوسف بن محمد رضا العاملی شام کے علمائے لغت وادب اور شعراء میں سے تھے۔ ۱۸۷۲ء میں نبطیہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے متداول ادبی علوم میں مہارت حاصل کی، درس و تدریس سے وابستہ رہے، ۱۹۵۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ ایک درجن کے قریب مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کے مصنف ہیں۔ کتاب تکملۃ أمل الآمل - السید حسن الصدر - باب الألف - الترجمۃ نمبر: ۱۷، معجم المؤلفین - عمر رضا کحالۃ ۱/۹۷

(۲۵) أحمد رضا العاملي، مولد اللغة: ۵۰، دار مكتبة الحياة، بيروت ۱۹۵۶ء.

(۲۶) فصول في فقه العربيّة: ۶۱

(۲۷) العجمي، أبعاد العربيّة: ۹۰، هامش ۱۸۴

(۲۸) رمزي منير بعلبكي، الكتابة العربيّة والساميّة، دراسات في تاريخ الكتابة وأصولها عند الساميين: ۱۴۴ بيروت: دار العلم للملايين، ۱۹۸۱ء

(۲۹) Nabia,p:۲۶، تاریخ اللغات السامیہ، ص:۱۸۹

(۳۰) الکتابات الاسلامیہ: صفحہ: ۳۰

(۳۱) تاریخ اللغات السامیہ: ۳۸، رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت، صفحہ: ۱۹

(۳۲) وافي، فقه اللغة: ۱۰۵، ۱۰۴

(۳۳) وافي، فقه اللغة: ۱۰۴، هامش رقم ۱. فهي ترمز إلى الحركة الإعرابيّة الطويلة. على أن أحمد رضا العاملي يرى إن إلحاق الواو في أسماء الأعلام ماهو إلا محاكاة لإلحاقها في الأعلام في النبطيّة. انظر كتابه: مولد اللغة: ۴۸.

(۳۴) ظاهرة الإعراب: ۷

(۳۵) تاریخ اللغات السامیہ: ۱۹۰

(۳۶) الکتابات العربیہ: ۲۳

(۳۷) روح الخط العربي: صفحہ ۰۹، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، صفحہ: ۴۳

(۳۸) الکتابات العربیہ: ۲۳

(۳۹) ظاهرة الاعراب فی النحو العربی وتطبیقها فی القرآن القدیم: ۷، ۸۔

(۴۰) ظاهرة الإعراب: ۸، الدکتور شوقي ضيف، العصر الجاهلي ۰۸، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۱م.

(۴۱) ظاهرة الإعراب: ۸

(۴۲) حوالہ سابقہ

(۴۳) محمد حماسة عبداللطيف، العلاقة الإعرابية في الجملة بين القديم الحديث: ۱۲۹ دار الفكر العربي، القاهرة، مصر ۱۹۸۳ہجری

(۴۴) "رأس شمر" کا علاقے میں بحر متوسط کے ساحل "السوری" کے شمال میں ۱۲کلو میٹر کی دوری پر واقع ایک قدیم شہر "اوجاریت" یا" اجریت" کی طرف منسوب ہے۔۱۹۲۹ء میں یہاں سے برآمدہ نقوش چودہ سو قبل مسیح، شمار ہوتے ہیں۔

(۴۵) فصول فی فقہ العربیہ: ۲۷

(۴۶) فصول فی فقہ العربیہ: ۲۶تا۳۰

(۴۷) علم اللغۃ العربیہ: ص:۱۵۹، الدکتور رمضان عبد التواب، فصوک فی فقہ اللغۃ: ص:۳۸۴

(۴۸) العصر الجاهلی:۱۰۴/۱

(۴۹) فصول فی فقہ العربیہ:۲۶، ظاہرۃ الاعراب فی النحو العربی:۰۸

(۵۰) فصول فی فقہ العربیہ:۲۶

(۵۱) المرجع السابق:۲۶

(۵۲) ظاهرة الإعراب في النحو العربي: ۱۰، وفقه اللغة العربية: د. كاصد الزيدي۱۲۹، وفصولفي فقه العربيه: ۳۸۵، علم اللغة العربية، د. محمود فهمي الحجازي: ۱۴۴، دراسات في اللغة، د. إبراهيم السامرائي: ۹۷،

(۵۳) ظاہرۃ الاعراب فی النحو العربی و تطبیقھا فی القرآن القدیم، صفحہ :۹، العربية والبحث اللغوي المعاصر صفحة: ۲۱، ڈاکٹر عصام نور الدین، محاضرات في فقه اللغة: صفحہ ،۶۷، منشورات دار الکتب العلمیۃ، بیروت -لبنان، طبع اول، ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳-م

(۵۴) فصول في فقه العربيه: ۳۸۲

(۵۵) فصول في فقه العربيه: ۳۸۲، ڈاکٹر إبراهيم السامرائي، فقه اللغة المقارن: ۱۱۸، مطبعة دار العلم للملايين، بيروت، ۱۹۶۸م.

(۵۶) فصول في فقه العربيه: ۳۸۳.

(۵۷) دراسات في فقة اللغة: ۱۷، محمد الأنطاكي، الوجيز في فقه اللغة: ۸۶، ڈاکٹر كاصد ياسر الزيدي، فقه اللغة العربية: ۱۲۹. دار الكندي للنشر و التوزيع، بيروت ۱۹۹۵

(۵۸) فصول في فقه العربيه: ۳۸۴، ڈاکٹر عصام نور الدين محاضرات في فقه اللغة: ۶۸، منشورات دار الكتب العلمية، بيروت -لبنان، ط: ۱، ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳-م.

(۵۹) ظاهرة الإعراب في النحو العربي: ۱۰.

(۶۰) الدکتور جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب: ۱۳/ ۱۷، دار الساقي، بیروت، ۱۴۲۲ھ-/ ۲۰۰۱م

(۶۱) تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو: مکتوبات نبوی از مولانا سید محبوب رضوی، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆